



یامری مسجد کی شہادت

واقعات و حادثات کے تناظر میں

انجم شیخ

بابری مسجد کی شہادت

واقعات و حادثات کے تناظر میں

انجم شیخ

قاضی پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز وٹس ایپ بلڈنگ، حقیر نظام الدین میسٹ،
نئی دہلی ۱۱۰۰۰۳

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

تالیف : انجم شیخ

صفحات : ۳۲

قیمت :

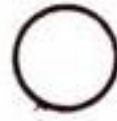
طبع اول : جنوری ۱۹۹۳ء

تعداد : ۲ ہزار

کتابت : ریاست رامپوری

ناشر : قاضی پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز وٹنج بلڈنگ نظام الدین ویسٹ، نئی دہلی ۱۳

مطبع : بھارت آفسٹ پریس۔ دہلی ۶



اے گروہِ مردم، خبردار ہو کہ ایک بڑا سیلاب تمہارے خراب آباد پر اُمڈا ہے۔
اور محلات و مساجد و مقابر کو بسانِ خس بہا لے جانا چاہتا ہے۔ اے لوگو!
خدا کے گھروں کی بے حرمتی ہوئی، آسمانوں کے برجوں میں ظلمت چھا گئی، آفتاب
پر کالک پڑ گئی، دن میں شب کی سیاہی کا سماں پیدا ہوا۔ اے لوگو!
آج نقدِ جاں کی قیمت گر گئی اور موت کی قیمت چڑھ گئی؛ بخدا آج زندگی بکری
کی چھینک سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی.....

_____ علی ابن ابی طالب

بابری مسجد روح تاریخ

تعمیر

۵ ستمبر ۱۵۲۹ء

زیر انتظام : میر باقی اصفہانی
بدست : مزدوران علاقہ و کاریگران جونپور
بعہد : شہنشاہ ظہیر الدین محمد بابر

شہادت

۲ دسمبر ۱۹۹۲ء

زیر اہتمام : کلیان سنگھ
بدست : تخریب کاران ہندو راشٹر
بعہد : وزیر اعظم پی وی نرسمہا راؤ

ہندوستان جنت نشان فیض آباد کا شہر اجودھیا

۶ دسمبر ۱۹۹۲ء

بابری مسجد کا پہلا گنبد شہید ہوتے ہی سنکھ اور ترہی کی آوازیں آنے لگیں۔ جے شری رام کا نعرہ بلند ہوا۔ سادھو اور سوامی درختوں کی شاخوں پر بکرماد تیر کے بھوت کی طرح نظر آرہے تھے۔ نشان فتح و ظفر بلند کیے جا رہے تھے۔ دیواروں اور محرابوں کے گرتے ہی ان پر کھڑے لوگ ملبوں پر گرنے لگے۔ پہلے گنبد پر کھڑا ایک فرد بھگوا جھنڈا لہراتے ہوئے غبار کے ڈھیر میں گر کر دفن ہو گیا۔ پولس والے کارسیوں کے پیچ کھڑے جوش و خروش کے ساتھ تماشہ دیکھ رہے تھے، اور کبھی کبھی تاکیاں بھی بجانے لگتے تھے۔

بجز رنگ دل کے ونے کا ٹیار نے اعلان کیا "یہ تو ہنومان کی گدا چل رہی ہے"۔ سادھوی راتمبرا فرط مسرت سے تانڈو ناچ ناچنے لگی۔

مسجد کا جب آخری گنبد شہید ہو رہا تھا تو آسمان کے کنارے پر سورج کی سفیدی سرخی میں تبدیل ہو رہی تھی۔

جم غفیر کے شور میں لاؤڈ اسپیکروں سے گونجتی آوازیں ہدایتیں دے رہی تھیں۔ فتح و ظفر کے جوش میں چچا تے ترشول لہرائے جا رہے تھے اور اجودھیا کے آسمان پر دو طرح کے غبار چھا رہے تھے۔

_____ شہید کی گئی مسجد کی دھول اور جلائے گئے مسلمان گھروں سے اُٹھتے ہوئے دھولیں۔

بنام آں کہ دانا است اکبر کہ خالق جملہ عالم لا مکا نے
 درود مصطفیٰ بعد از ستائش کہ سرور انبیاء زندہ جہا نے
 فسانہ در جہاں بابر قلت در کہ شہ در دور گیتی کا مرا نے
 چخاں کہ مطلع کشور گرفتہ زمین را چوں مبارز آسمانے
 در اں حضرت یکے سید معظم کہ نامش میر باقی اصفہا نے
 مُشیر سلطنت تہدیر مُلکش کہ ایں مسجد حصارِ مہستا نے
 خدایا در جہاں تابندہ ماند کہ خیر و بخت و تخت و زندگانے
 دریں عہد و دریں تاریخ میمول کہ نہ صد پنج و سی بودہ نشانے

بابری مسجد کے مسقف حصہ کے درمیان مرکزی در کے ادھر نصب دو میٹر لمبا اور ۵۵ سینٹی میٹر
 چوڑا پتھر کا یہ کتبہ اب شیو سینا کے کسی دفتر میں بطور یادگار فتح و ظفر رکھا ہمارے بے بسی پر نوحہ کناں
 ہے اور میر باقی اصفہانی کی بنائی ہوئی ۴۳ سال قدیم بابری مسجد کے بلے پر رام مندر کی نیم چختہ دیواروں
 سے کیرتن اور جئے شری رام کے نعروں کی آوازیں لگاتار گونج رہی ہیں۔ بابری مسجد کا ہندو تخریب پسندوں
 کے ہاتھوں انہدام جسے صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر شنکر دیال شرما "ملک دشمنوں کی کارستانی" اور وزیر اعظم
 ہند نرسمہا راؤ "دغا بازوں کا فریب" قرار دے چکے ہیں اب وہاں سرکاری طور پر نو تعمیر مندر کو قبول کرتے
 ہوئے رام لالا کے درشن اور پوجا پاٹ کی اجازت دے دی گئی ہے۔ وزیر اعظم ہند نے ہندو فرقہ پرستوں

سے چار ماہ کے اندر رام جنم بھومی کے مسئلہ کو حل کرنے کا جو وعدہ کیا تھا، وہ وعدہ پورا کر کے وہ اب ملک کی تعمیر نو میں دوبارہ مشغول ہو گئے ہیں۔

مسلمانوں نے ہندوستان پر تقریباً آٹھ سو سال تک حکمرانی کی، تقریباً دو سو سال تک انگریزوں سے معرکہ جہانگیری برپا رہا اور آزادی کے بعد تقریباً نصف صدی انھیں برادرانِ وطن کو یہ یقین دلانے میں صرف ہوئی کہ انھیں یہ ملک اتنا ہی عزیز ہے جتنا کسی دیش بھگت دوسرے شہری کو لیکن ۲ دسمبر ۱۹۹۲ء کے روزِ سیاہ نے یہ ثابت کر دیا کہ مرکزی حکومت کے اعلیٰ ذمہ داران، دستورِ اساسی ہند، عدلیہ، بیوروکریسی، حفاظتی انتظامیہ اور ملک کے اکثریتی طبقے کے نمائندگان ملتِ اسلامیہ ہند کی کسی بھی یقین دہانی پر اعتبار کرنے کو تیار نہیں۔ ہندوستانی مسلمانوں کی تاریخ کا ایک ایسا موڑ جہاں ہزیمت خوردگی ہے، بے وفائی ہے، گولیوں سے جوانوں کے زخمی سینے ہیں، بوڑھوں کی بے رونق ہوتی آنکھیں اور عصمت مآب دوشیزاؤں پر ڈھائی گئی قہر سامنیوں کی چھینیں ہیں۔ توڑے گئے مقابر، ڈھائی گئی مسجدیں، جلتے ہوئے مکانات اور تخریب پسندوں کی آنکھوں سے نکلتے ہوئے شعلے ہیں۔ بس ایک وعدہ ہے جو زندگی کی علامت ہے کہ اللہ ہمیں یوں بے سہارا نہیں چھوڑے گا۔

کبھی کبھی وقت کی رفتار اچانک رُک جاتی ہے اور سارے متحرک منظر ساکت نظر آنے لگتے ہیں۔

ملی تاریخ کا ایک ساکت منظر۔ ہندوستانی تاریخ کا ایک بُریدہ باب

تاریخ ۲ دسمبر ۱۹۹۲ء۔ مقام اجودھیا

راوی واحد متکلم۔ ساکت منظر۔ متحیر شاہد

"۲ دسمبر کی صبح مانس بھون سے منظر بالکل صاف تھا۔ سر جوندی کے اوپر کھرا پنادم توڑ چکا تھا۔

۲۶۳ سال پرانی بابری مسجد اپنی خستہ حالی کے باوجود شان و شوکت کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔

۹ بجے صبح لاؤڈ اسپیکر سے ایک اپیل کی گئی۔ کارسیو کول کو مارگ در شک منڈل کے ممبروں

کے لیے چوتراہ خانی کرنا تھا جو بس اب ادھر آیا ہی چاہتے تھے۔ جیسے ہی یہ مقدس ہستیاں داخل

اپنے کیمپوں سے باہر نکلے ہی نہیں۔ جیسے ہی سی آر پی ایف کے جوان الگ ہٹے، وہ بھیڑ جو اڈوانی اور جوشی کے ساتھ آئی تھی، مسجد کی طرف دوڑ پڑی۔ ایک بد معاش نے ایک رستی اور پھینکی جو دہانی طرف کے گنبد میں پھنس گئی۔ چند منٹ کے لیے وہ گنبد کے پیچھے چلا گیا اور پھر گنبد کے اوپر چڑھتا ہوا دیکھا گیا۔ اس دوران گنبد کے پیچھے سے ایک اور نوجوان ظاہر ہوا جو بھگوا جھنڈا اپنے سینے سے باندھے ہوئے تھا۔ پہلے اس نے اس جھنڈے کو کھولا اور ”جے شری رام“ کے نعروں کے درمیان اسے گنبد کے کلس سے باندھ دیا۔ اس وقت نصف النہار میں دو منٹ باقی تھے۔

پھر تو ایک ہنگامہ برپا ہوا۔ تھوڑی ہی دیر میں سینکڑوں لوگ تینوں گنبدوں پر پہنچ چکے تھے۔ جو بھیڑ اڈوانی اور جوشی کے ساتھ اپنی کدالیں لیے ہوئے آئی تھی آگے بڑھی اور ایک بار پھر مسجد کے ارد گرد تعینات پولس والے گلیوں میں نکل آئے۔ لیکن نہ ایک گولی چلی اور نہ ہی کسی پر کوئی ایک بھی ڈنڈا پڑا۔ کدال برداروں نے دیواریں مسمار کر ڈالیں۔ لیکن پہلا گنبد گرنے میں دو گھنٹے سے زائد لگ گئے۔

ضلع مجسٹریٹ آر۔ این شرما نے تقریباً ایک بجے ریڈ ایکشن (سرچ حرکت) فورس طلب کی۔ واضح ہو کہ یہ وہ نوزائیدہ فورس ہے جس کے بارے میں وزیر داخلہ بڑی شان سے کہا کرتے تھے کہ یہ ایک عظیم فورس ہے جو ہر طرح کے دشوار حالات میں صرف آٹھ منٹ میں حرکت میں آجائے گی۔ بہر حال طلب کیے جانے کے ایک گھنٹہ بعد یہ فورس پہلی بار اس جگہ پہنچی جہاں اجودھیا کے نواح میں ٹائر جلا کر روڈ بلاک کر دیئے گئے تھے۔ فورس کی سربراہی کرنے والے پی ایم سرسوت نے بعد میں کہا کہ حالات بہت زیادہ خراب نہیں تھے، ہم آسانی سے اسے صاف کر سکتے تھے۔ لیکن ان کے ساتھ چلنے والے مجسٹریٹ نے ان کی ایک نہ سنی اور اس نے فورس کو واپسی کا حکم دے دیا۔ سرسوت نے اس پر اصرار کیا اور مجسٹریٹ سے تحریری آرڈر مانگا جس کے بعد فورس کو واپسی کا آرڈر دے دیا گیا۔ اس دوران مسجد کی باہری دیوار ایک بج کر ۲۰ منٹ پر گر چکی تھی۔ مسجد کے چاروں طرف لگے تقریباً تمام بیریں کیڈس اٹھا دیئے گئے تھے۔ ہر جگہ سے خاردار تار کاٹے جا چکے تھے اور مسجد کے اندر اور باہر ہر جگہ سے بجلی کے سارے کنکشن نوچ لیے گئے تھے جس سے سرکٹ فی ٹوی سسٹم بند ہو چکا تھا۔ لاؤڈ اسپیکروں سے صرف رتھرا اور اوما بھارتی کے جوشیلے نعرے ہی سنائی دے رہے تھے۔ اوما بھارتی کا رسیو کول کو شامی دے رہی تھی اور ”ایک دھکا اور دو، بابری مسجد توڑ دو“ اور زور اور زور ”رتھرا اپنا مشہور لہا گا رہی تھی“ خون خرابہ ہو رہا ہے تو

ایک بار ہو جانے دو۔“

اے ایس ایس کے لیڈر ایچ وی ششادری گرجے ”اب یہاں سے کوئی نہیں ہٹے گا“ واضح ہو کہ وہ عام طور پر نرم مزاج تصور کیے جاتے ہیں۔ لیکن اس وقت بہت مشتعل تھے اور سخت انداز میں چنگھاڑ رہے تھے ”ہم نے سنا ہے کہ مرکز ہم سے ٹکرانے کے لیے ملٹری بھیج رہا ہے، ہم انہیں اپنی طاقت دکھا دیں گے“ سنگھل چلا رہے تھے ”ادھر جانے والی تمام سڑکیں بلاک کر دو“ یہاں تک کہ وہ ان مقامات کے نام بھی لے رہے تھے جہاں سے سڑکیں بند کرنی تھیں اور بھول گئے تھے کہ وہ تو بہت پہلے ہی بند کی جا چکی تھیں۔ اڈوانی اور جوشی مسجد شکنی کا سارا منظر دیکھ رہے تھے لیکن نہ انہوں نے بھیڑ سے مسجد چھوڑ دینے کی اپیل کی اور نہ ہی دوسرے لیڈروں سے انہیں روکنے کے لیے کہا۔ جس وقت مسجد میں زور و شور سے توڑ پھوڑ کی کارروائی جاری تھی، کچھ کارسیوں کو فوٹو گرافروں پر پل پڑے اور ان کے کیمرے چپن کر توڑ ڈالے گئے۔ فوٹو گرافروں کو زرد و کوب کیا گیا اور وحشت کا یہ عالم تھا کہ بھیڑ کے مزاج کا اندازہ لگاتے ہوئے بہت سے صحافیوں کو رام شال اوڑھ کر بے شری رام کے نعرے لگاتے ہوئے کھسکنے میں ہی اپنی عافیت نظر آئی۔

۴ بجے شام کو بھیڑ نے وہاں سے مسجد کی اینٹیں یادگار کے طور پر اپنے ساتھ لے کر روانہ ہونا شروع کر دیا۔ ابھی دو گنبدوں کو مسمار ہونا باقی تھا۔ اب گنبدوں کے اوپر والوں کی جان بچانے کی تشویش شروع ہوئی۔ سنگھل نے مانگ پر قبضہ کر کے چھینا شروع کیا ”یہ رام جنم بھومی میں داخل ہونے والے کارسیوں کے لیے خاص اعلان ہے۔ گنبدوں سے نیچے اتر آؤ، وہ آپ کے اوپر گر پڑیں گے۔“ اب اڈوانی کی باری تھی۔ پتہ چلا کہ سینٹرل فورسز فیض آباد سے چل چکی ہیں (حالانکہ ایسا نہیں تھا) اڈوانی نے مانگ کے ذریعہ نصیحت کی ”گنبدوں سے نیچے اتر آؤ ورنہ گنبد کے اوپر چڑھتے ہوئے لوگوں پر فائرنگ کر دی جائے گی۔“ کسی نے بھی بھیڑ کو مسجد خالی کرنے کے لیے نہیں کہا۔ کارسیوں کے لیے سنگھل کی تشویش بیجا نہیں تھی۔ ان میں چار دوسرے گنبد کے نیچے دفن ہو گئے جو ۴ بج کر ۳۰ منٹ پر منہدم ہوا۔

بچے کا گنبد اس کے ۵ منٹ بعد مورتیوں کے اوپر گرا۔ اس وقت یہ وحشی بھیڑ اپنے ہاتھوں میں مورتیاں لیے ہوئے ناچ رہی تھی۔ دان دکشنا کے لیے رکھا ہوا بکس کھول کر خالی کر دیا گیا تھا۔ تمام

رقم لوٹ لی گئی تھی اور ۵ گھنٹے سے بھی کم وقت میں مسجد ملبہ کے ڈھیر میں تبدیل کر دی گئی تھی۔ لیکن ابھی تو بہت کام باقی تھا۔ باہر نکلنے کے لیے مین گیٹ پر رام کتھا پارک کے پاس مرد اور عورتیں ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر دوسرے کارسیوں کو وہاں سے جانے سے روکنے کے لیے زنجیر بنا کر کھڑے ہو گئے۔ ملبہ صاف کرنا تھا اور کم از کم ایک عارضی مندر کھڑا کرنے کے لیے فوری طور پر تعمیر شروع کرنی تھی۔ اس سے کوئی مطلب نہیں تھا کہ بعد میں کیا ہوگا۔ وہ جانتے تھے کہ بعد میں اسے گرانے کی کوئی جسارت نہیں کر سکتا۔ ملبہ بہت تیزی کے ساتھ ٹریکٹر ٹریلیوں کے ذریعہ لے جایا جانے لگا۔ ۵ بج کر ۵۴ منٹ پر گرجہ گره کا اصل فرش پھر نظر آنے لگا۔ جس وقت ہم فیض آباد کے لیے چلے، ہم نے راستے میں دو دیگر مساجد کو اور مسمار ہوتے دیکھا۔ یہاں پولس والوں کا ایک دستہ مسجد کے پاس مسجد منہدم کرنے والوں کے ساتھ خوش گپیاں کر رہا تھا۔

۷ دسمبر

اب بابرہ مسجد کا کہیں نام و نشان بھی نہیں ہے۔ رات بھر میں وہاں جمع تمام ملبہ صاف کر دیا گیا ہے۔ کچھ کارسیوں کے اوپر چٹانیں توڑ توڑ کر کچھ نکال رہے ہیں۔ وہ مندر کی علامات اور نشانیاں تلاش کر رہے ہیں۔ کھدائی اوپر کی سطح تک ہی کی گئی تھی کہ کچھ کھدے ہوئے اور منقش ماربل کے ٹکڑے نکل آئے۔ مرد اور عورت کارسیوں کا ایک وفادار گروپ مندر تعمیر کر رہا تھا۔ اینٹ اور گارا پہنچانے کے لیے وہ لوگ انسانی زنجیر بنائے ہوئے تھے۔ ٹینک اور کنکریٹ کے جوتے پر چھوٹے چھوٹے گڑھوں میں پانی بھرا ہوا تھا۔ ٹیلے کے اوپر واقع گرجہ گره پر فرش پر مرمت کی جا رہی تھی اور اس کے گرد ایک دیوار بھی تعمیر کی جا رہی تھی۔ رات بھر میں دیوار پر کنکریٹ کی کئی تہیں جمائی جا چکی تھیں۔

ایودھیا کے سینکڑوں لوگ وہاں جمع ہو چکے تھے جو واقعات کے اس سلسلے پر بہت ہی شاداں و فرحاں تھے۔ وشو ہندو پریشد کے ایک ورکر نے بے آواز بلند اعلان کیا "یہ وہ ہے جو میں چاہتا تھا، یہ وہ ہے جو آپ چاہتے تھے، یہ وہ ہے جو ہر شخص چاہتا تھا۔ یہ سب کچھ ہمارے دلوں کی دھڑکن کے عین مطابق ہوا اور حقیقت میں یہ سب پہلے سے تیار منصوبے کے عین مطابق ہے۔"

۸ دسمبر

۴ دسمبر کی شام میں بھی سینٹرل فورسز کے آگے بڑھنے کی افواہوں کی تصدیق کی کوئی شہادت نہیں۔ علاقہ کو کنٹرول میں لینے کے لیے آرڈر اگلے دن صبح تین بجے بالکل اُس وقت آیا جب گربھ گره کے ارد گرد دیوار بالکل مکمل ہو چکی تھی اور بانس بلیوں کے اوپر شامیانہ تان دیا گیا تھا۔ ۳ بج کر ۵۰ منٹ پر سی آر پی ایف کی نو کمپنیاں جن میں ۶ ریپڈ ایکشن فورس کی کمپنیاں بھی شامل تھیں، فیض آباد سے روانہ ہوئیں۔ مندر کی تعمیر کے انچارج رام جی گپتا نے بتایا کہ ”وہ (فورس کے جوان) تقریباً ۴ بجے یہاں پہنچے۔ اس وقت گربھ گره میں ہم ۵۰۰ کاریں کوک تھے۔ کچھ سادھو کیرتن کر رہے تھے۔ سامنے کا میدان خالی ہو چکا تھا۔ لیکن تقریباً ایک ہزار لوگ تھوڑے فاصلے پر کیرتن کر رہے تھے۔“

فورسز کے سربراہ اور ایک سو آٹھویں ریپڈ ایکشن فورس بٹالین کے کمانڈر پی ایم سرسوت کا کہنا ہے کہ ”جگہ خالی کرنے میں عورتوں نے زیادہ وقت لگایا، پلیٹ فارم پر جمع مرد تو اپنی جان بچا کر بھاگ گئے، کاریں کوک کو ہٹانے کے لیے صرف ۱۶ انسویکس کے گولوں اور ہلکے لاٹھی چارج سے کام چل گیا۔ ٹینٹوں اور آس پاس کے مندروں پر بھی چھاپے مارے گئے اور تقریباً ۳۰ ہزار کاریں کوک کو وہاں سے بھگا کر گھروں کو روانہ کر دیا گیا۔ یہ پورا آپریشن ۲۵ منٹ میں مکمل ہو گیا۔ ۱۰ بج کر ۳۰ منٹ پر اس ٹیلہ پر معمول کے مطابق پوجا ہو رہی تھی۔“

باقی سارا ملک جل رہا تھا۔

فریب کاری کے سبز باغوں کا ایک منظر

۱۶ دسمبر کو جب بابری مسجد ڈھانی جا رہی تھی تو اس وقت ایسٹج سے یہ اعلان برابر ہو رہا تھا کہ ”کارسیو کو! اجودھیا مارگ، ٹیڑھی بازار، نیا گھاٹ، وڈیا کنڈا سبھی راستوں کو مکمل طور پر سیل کر دو تا کہ کوئی بھی شخص نہ آنے پائے۔ پولس کی پرواہ مت کرو، جو خون خرابہ ہو رہا ہے، ہونے دو۔“ اب کارسیو کوں نے مسلمانوں کے گھروں کو جلانا اور لوٹنا شروع کر دیا۔ سب سے پہلے ”دھرم کا نٹا“ کے پاس کی سبھی دکانوں کو لوٹا اور جلایا گیا۔ جو گمٹیاں نمادکانیں تھیں۔ ان کو سڑک پر لا کر جلادیا گیا تا کہ ہندوؤں کی دکانوں کو نقصان نہ پہنچے۔ اس کے بعد دونوں آرمشینوں کو جلایا گیا۔ دھرم کا نٹا سے ملحق محلہ رام نگر اور پانچی ٹولہ کی مسجدوں کو منہدم کر کے نذر آتش کر دیا گیا۔ ہائی وے اور پورا اجودھیا آگ کے شعلوں میں گھرا ہوا نظر آ رہا تھا۔ پی اے سی اور وہاں تعینات پولس افسران ان انسانیت منو نظاموں کو دیکھ کر خوش ہو رہے تھے، اور ان درندوں سے بھرپور تعاون کر رہے تھے۔

قاضیانہ محلہ سے لے کر ٹیڑھی بازار تک مسلمانوں کے تمام مکانات اور دکانیں مکمل طور پر جل کر راکھ کر دی گئیں۔ یہاں کے مکینوں کو بھی باہر سے نہ بخیریں بند کر کے جلادیا گیا۔ صرف ایک جگہ چھ مسلمانوں کی لاشیں بالکل کولہ ہو کر بڑی نظر آئیں۔ مسلمانوں کا مانیٹری اسکول پوری طرح جلادیا گیا۔ سب سے شرمناک حالت تھا نہ رام جم بھومی کے علاقے کی تھی۔ وہاں کے مسلمانوں کے تمام مکانات نذر آتش کر دیے گئے تھے۔ پوسٹ آفس، پانی کی ٹنکی، ریلوے اسٹیشن اور تھانے سے ملحق سبھی مسجدوں اور مکانوں کو بھی نذر آتش کر دیا گیا۔ ۱۶ دسمبر کی رات جب صدر راج نافذ ہو چکا تھا، اس وقت بھی کارسیو کوں کو مسلم مکانات کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر جلاتے ہوئے دیکھا گیا۔ ۱۶ دسمبر کی صبح ٹیڑھی بازار

محلہ میں باقی بچے مکانات کو سی اوسٹی اجودھیا کی موجودگی میں جلا کر خاک کر دیا گیا اور وہاں موجود فائر بریگیڈ کا عملہ کھڑا تماشا دیکھتا رہا۔ اُسی دن شترنگار ہاٹ محلہ سے ملحق پٹرول ٹنکی کے سامنے کے مکانات بھی جلا دئے گئے۔ ۹ دسمبر کو لکشنم گھاٹ پر پولس چوکی کے علاقہ بیگم پورا، گاڑیوان ٹولہ میں کارسیوکوں کے ایک جتھے نے دھاوا بول کر مسلمانوں کو گھروں میں بند کر کے جلانے کی کوشش کی۔ کارسیوکوں نے ان مسلمانوں کو بھی نہیں بخشا جو ورنے کا ٹیار کے کہنے پر کلیان سنگھ سے یہ کہنے لکھنؤ گئے تھے کہ ہم مندر تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح محلہ دورا ہی کنواں میں یعنی بابری مسجد کے مغرب کی جانب واقع عالم گیر مسجد پوری طرح شہید کر دی گئی۔ قاضیانہ محلہ میں بابری مسجد مقدمہ کے اہم مدعی ہاشم صاحب کے گھر کے سامنے واقع پانچ ٹولہ مسجد مکمل طور پر خاک کا ڈھیر بنا دی گئی۔ محلہ دورا ہی کنواں میں ہی لالہ ٹیلر کے گھر کے سامنے جو مسجد تھی، اسے بھی شہید کر دیا گیا۔ قاضیانہ محلہ میں عبدالرزاق کے مکان سے ملحق جو مسجد تھی اُسے بھی زبردست نقصان پہنچا یا گیا۔ قاضیانہ محلہ میں ہی بابری مسجد کے سابق پیش امام عبدالغفار مرحوم کے مکان کے نزدیک ایک مسجد تھی، اس کو بھی شہید کر دیا گیا اور بابری مسجد کے سابق پیش امام عبدالغفار مرحوم کے دو صاحبزادے ۵۵ سالہ صابر، اور ۴۰ سالہ ناظر جلا کر شہید کر دئے گئے۔ ان کے گھر کا تمام سامان مع بندوق لوٹ لیا گیا اور ان کی آرامشیں جلا کر رکھ کر دی گئی۔ ان کے مکان کے پیچھے ماسٹر نعمت اللہ کا مکان ہے ان کے لڑکے شوکت اللہ اور ٹونی کو مار کر ان کی لاشوں کو آگ میں پھینک دیا گیا۔

فیض آباد کے مسلمانوں کا خیال ہے کہ اخباروں میں صحافیوں کی پٹانی کی جتنی خبریں شائع ہوئی ہیں اس کے ایک حصہ برابر بھی اجودھیا کے مسلمانوں کے حال زار کی تصویر نہیں پیش کی گئی۔ تقریباً ۴۰ گھنٹوں تک چلنے والی ان تمام تخریبی کارروائیوں کے تناظر میں چند بنیادی نکات پر خصوصی توجہ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے:

● ۲۸ نومبر کو عدالت میں یہ حلفیہ بیان دینے کے بعد کہ کارسیو اتھنیلٹی ہوگی، کارسیوکوں کی اتنی بڑی تعداد کیوں مجتمع کی گئی۔ کیا اس لیے کہ حالات قابو سے باہر ہو جائیں یا کر دئے جائیں اور بعد میں یہ ڈرامہ پیش کیا جائے کہ تخریب کار اُن کی بات ماننے سے منکر ہو گئے تھے۔

● پہلے مرکزی فورسز کو صوبہ میں بھیجنے کی مخالفت کی گئی۔ پھر ایسے وقت ان سے تعاون کے

لیے کہا گیا جب ہاں پہنچے تک کے سارے راستے مسدود کر دئے گئے تھے اور جب وہ فورسز وہاں پہنچنے کے لیے آگے بڑھیں تو ان کو واپس ہو جانے کی ہدایت کی گئی۔

● مسجد کے بائیں طرف سینتار سو فی پر بنے پولس کنٹرول روم میں لگے تقریباً ایک درجن کلوزرکٹ ٹی وی سے اعلیٰ پولس افسران پورے علاقے پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ انٹی لیجینس بیورو کی مانس بھون میں اور سی آر پی ایف کی مسجد کے اندر "ہاٹ لائن" لگی ہوئی تھی جس کے ذریعہ مرکز سے مکمل رابطہ رکھا گیا تھا۔ ہنگامے کی شروعات کے کچھ ہی دیر بعد وشنو ہندو پریشد اور آریس ایس کے یوگوں نے تلاش کر کے سارے ترسیلی انتظامات اور رابطے کی لائنوں کو نخس نخس کر دیا۔ نتیجتاً اچودھیا کا انتظامی سطح پر پورے ملک سے رابطہ تقریباً منقطع ہو گیا تھا۔

● دوپہر ۱۲ بج کر پانچ منٹ پر مسجد کے تینوں گنبدوں پر توڑ پھوڑ کرنے والے مکمل اوزاروں کے ساتھ حملہ کر دیا گیا تھا۔ یہ اوزار اچانک کہاں سے رونما ہو گئے تھے؟

● توڑ پھوڑ کی کارروائیوں کے دوران ہی رام لالا کی مورٹی کو کچھ سادھوؤں نے ہٹا کر محفوظ مقامات پر پہنچا دیا تھا کیونکہ مسجد کو مکمل طور پر منہدم کر دینے کا انھیں پہلے سے علم تھا۔

● کچھ دیر پہلے تک صبر و سکون اور مہذب بنے رہنے کے لیے چبوترے سے رام کے اخلاق و عادات کی دہائی دی جاتی رہی لیکن جیسے ہی تخریب کاروں نے مسجد پر تلب بولا، یہ "مقدس قائدین" لاؤڈ اسپیکر پر یہ اعلان کرتے نظر آئے "کوئی بھی کارسیو اکیے بنا واپس نہیں جائے گا" ایک دھٹکا اور دو۔ باہری مسجد توڑ دو۔

● تقریباً ساڑھے بارہ بجے کارسیوکوں کے ٹوٹے ٹکڑے اور بیرون ملک سے آئے ہوئے صحافیوں اور فوٹو گرافروں پر ٹوٹ پڑے اور ان کی بے رحمی سے پٹائی شروع کر دی۔ ان کے کیمرے، قلم اور نوٹ بک چھین لیے گئے تاکہ ان کی خبریں اور تصویریں اخباروں اور ٹی وی چینلوں تک اُس وقت پہنچ پائیں جب سارا کام مکمل ہو چکا ہو۔

● مسجد کو چاروں طرف سے اس طرح منہدم کیا گیا تھا کہ بعد میں گنبد کو کھینچ کر باسانی زمین بوس کیا جاسکے۔ اس کی مخصوص رہبر سل کچھ چنندہ لوگ ایک دن پہلے ہی کر چکے تھے جس کی قیادت فوج کے ایک سابق اعلیٰ افسر نے کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ چبوترے سے یہ اعلان کیا جانے لگا کہ

”جو بھی کادسیوک گنبد کے اوپر چڑھے ہیں وہ نیچے اتر آئیں۔“ انھیں نیچے اتارنے کے لیے یہاں تک کہا گیا کہ ”وہاں کوئی چیز لگا دی گئی ہے اس لیے ہٹ جائیں۔“ چبوترے سے دے جانے والے احکامات کی کسی طرح تعمیل نہ ہوتے دیکھ کر اشوک سنگھل، وجے راجے سندھیا وغیرہ نے اپنا نام لے کر کہنا شروع کر دیا ”آپ کو شری رام کی قسم، کادسیو نیچے سے کریں، گنبد کے اوپر سے نہیں۔ گنبد کسی بھی وقت گر سکتا ہے۔“ اشوک سنگھل کی یہ پریشانی منطقی تھی کیونکہ گنبد کے گرنے سے چار کادسیوک اسی میں دفن ہو کر رہ گئے۔

● پہلا گنبد شہید ہونے کے بعد ہی کادسیوکوں کو چبوترے سے یہ احکامات دے دئے گئے تھے کہ وہ اجودھیا کی طرف آنے والے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر دیں تاکہ سینٹرل فورسز کی کمپنیاں اجودھیا میں داخل نہ ہو سکیں۔ اسی کے بعد فیض آباد اور اجودھیا کے درمیان چوبیس مقامات پر سڑکوں پر رکاوٹیں کھڑی کر دی گئی تھیں۔ سڑکوں پر لیٹے بیٹھے کادسیوکوں کی بڑی تعداد نے آمد و رفت کے تمام راستے مسدود کر دئے تھے۔

● بعد میں معلوم ہوئی باتوں سے اس امر کا ان واقعات کے تناظر میں صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ منصوبہ انتہائی رازداری سے ترتیب دیا گیا تھا کہ اتر پردیش کی بی جے پی حکومت عدالت میں حلفیہ بیان دے کر مرکزی سرکار کو یہ یقین دلائے گی کہ اس کا مقصد مسجد کا انہدام نہیں ہے۔ اس کے علاوہ پولس انتظامیہ کو طاقت استعمال نہ کرنے کا حکم دے کر یہ انتظام کرے گی کہ وہ مسجد منہدم کرنے والوں کے کام میں رکاوٹ نہ ڈالے۔ مسجد کے انہدام سے پہلے بی جے پی، وشو ہندو پریشد، بجرنگ دل اور آراس ایس کے قائدین تمثیلی کادسیو کی آواز لگائیں گے اور مسجد کی طرف بڑھنے والوں کو روکیں گے اور عین موقع پر جب تخریب کار اپنے پہلے سے تیار کیے گئے منصوبہ پر عمل پیرا ہوں گے تو اس ماحول میں سب لوگ کادسیو کی رائے میں شامل ہو جائیں گے۔

سارے واقعات اسی ترتیب سے ظہور پذیر ہوئے۔

واقعات کی اس ترتیب پر نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ بابر کی مسجد کی شہادت اچانک چند سر پھرے کادسیوکوں کے برہم ہو جانے سے واقع نہیں ہوئی بلکہ اس کے پیچھے ان کے اعلیٰ قائدین کی منصوبہ بند سازش کا زبردست دخل ہے اور مسجد کے انہدام کے لیے پہلے سے پوری تیاری کی گئی تھی۔

انہدامی کارروائی کے لیے تقریباً ۱۰۰ لوگوں پر مشتمل پہلا گروپ جو حفاظتی بیریکڈس کو توڑ کر اندر گھسنا تھا اس کے انداز سے پتہ چلتا تھا کہ وہ اس کام کے لیے پہلے سے تربیت یافتہ ہے۔ ان لوگوں نے مسجد میں داخل ہوتے ہی دوسرے کارسیوکوں کو بھی آگے بڑھنے کے لیے للکارا اور مسجد پر خشت باری شروع کر دی۔ دوسرا گروپ جو انہدامی کارروائی کی تربیت لے کے آیا تھا اُس نے مسجد کے عقبی حصہ سے دیوار پھلانگ کر اپنی جگہ مسجد میں بنائی اور فوراً گنبد پر چڑھنا شروع کر دیا۔ ان کے ہاتھوں میں توڑ پھوٹ کے ضروری اوزار، فولادی ہلک، بھاری ہتھوڑے، گینتیاں، سبٹل، لوہے کی چھڑیاں اور رستیاں وغیرہ موجود تھیں۔ اور جس مشاقانہ انداز میں توڑ پھوٹ کی گئی وہ عام لوگوں کے لیے ممکن ہی نہیں تھا۔ منصوبہ بندی کا یہ عالم تھا کہ جیسے ہی یہ پتہ چلا کہ اب گنبد گرنے والا ہے، بیشتر کارسیوک عمارت سے باہر نکل آئے اور یہی وجہ ہے کہ اس پوری کارروائی میں بہت ہی کم لوگ اپنی جان سے گئے۔ کیا یہ بات حیرت انگیز نہیں ہے کہ اتنی بڑی اور مضبوط عمارت صرف پانچ گھنٹوں میں ملبہ کا ڈھیر بنادی گئی اور انہدام کی یہ کارروائی صرف مسجد کے شہید ہونے پر ہی ختم نہیں ہوئی بلکہ کچھ ہی گھنٹوں میں وہاں سے تمام ملبہ صاف کر کے زمین مسطح کر دی گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے مسجد کی جگہ پر ایک مندر نمودار ہوا جس میں رام لاکا کی مورتی رکھ کر پوجا پاٹ بھی شروع کر دی گئی۔ مندر جس تیزی سے تعمیر ہوا اور اس کی سیڑھیاں وغیرہ جس پیشہ ورانہ مہارت سے بنائی گئیں اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کارسیوکوں میں انجینیئروں اور معماروں کی ایک ٹیم بھی اپنے تمام ضروری ساز و سامان کے ساتھ شامل تھی۔

بعد کی تحقیق سے پتہ چلا کہ اچودھیا میں فیصلہ کن حملے کے لیے وشو ہندو پریشد اپنے کارکنان کو تقریباً ایک سال سے تیار کر رہی تھی۔ اس نے ۲۰ صوبوں کے چنندہ کارکنان کا ایک چار ہفتوں والا کیمپ احمد آباد کے باہری علاقہ سرکھیج گاؤں میں لگایا تھا جس میں جسمانی حملے اور ہتھیار چلانے کی تربیت دی گئی تھی۔ ۶ اکتوبر ۱۹۹۲ء کو اختتام پذیر اس کیمپ سے بھرتنگ دل اور درگا واپسی کے تقریباً ڈیڑھ سو کارکنان کا انتخاب کیا گیا تھا۔ تربیت کے بعد وہ کارکنان اپنے صوبوں کو واپس لوٹ گئے اور وہاں انھوں نے پختی سطح کے کارکنان کے لیے ویسے ہی تربیتی کیمپوں کا انعقاد کیا۔

یہ کیمپ دو ایگر کے ایک خصوصی طور پر تیار کیے گئے میدان میں لگایا گیا تھا۔ جہاں کسانڈو تربیت کی تمام سہولیات مہیا کرانی گئی تھیں۔ رستی پر چڑھنا، رکاوٹ پار کرنا، گھاٹی پار کرنا، زمین

سے کافی اوپر بنے لکڑی کے پتلے سے فریم پر چلنا وغیرہ کی مشق کرانی گئی تھی۔ جوڑو اور کراٹے سکھانے کے لیے ایک بلیک بیلٹ ماسٹر کی بھی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔ خود وشو ہندو پریشد کے ایک ذمہ دار کے مطابق کارکنان کو حفاظتی حصار توڑنے اور پولس کے ذریعہ کھڑی کی گئی رکاوٹوں کو پار کرنے کی بھی تربیت دی گئی تھی۔ ہندو بریگیڈ کے سبھی اہم لوگ اس کیمپ میں شریک تھے۔ اشوک سنگھ، ونے کاٹیار، مور و پنت پنگلے اور اچار یہ گری راج کشور وغیرہ خصوصی شرکار ہیں تھے۔ اس سے بھی اہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے یہ جنگی تربیت دی۔ تربیت کے خاص منتظم کار تھے ہندوستانی فوج کے ایک مہا ویر چکر یافتہ سابق بریگیڈیر۔ اختتامی تقریب میں میجر جنرل (ریٹائرڈ) مہی پت سنگھ بھی شامل ہوئے تھے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ کیمپ کا مقام عام شاہراہ پر نہ ہو کر سرکھج گاؤں کے قلب میں تھا اس لیے یہ عام لوگوں کی نظر سے پوشیدہ رہا۔ اس میں داخل ہونے والے دروازے پر لگے بورڈ پر لکھا تھا "انڈیا ویلفیئر لیسرچ فاؤنڈیشن، یوتھ ٹریننگ سینٹر، سیکورٹی تعلیم کیندر" اس کے علاوہ ایک اور بورڈ بھی آویزاں تھا "اجازت کے بغیر داخلہ ممنوع ہے" انڈیا ویلفیئر لیسرچ فاؤنڈیشن، وشو ہندو پریشد کی ہی ایک شاخ ہے۔ گیٹ پر آویزاں بورڈ پر وی ایچ پی کے صوبائی صدر کے کے شاستری اور ان کی ٹرسٹ کا نام بھی لکھا ہوا تھا۔

ایسے تربیتی کیمپ اور بھی کئی مقامات پر لگے۔ شیو سینا کے ایم پی موریشور ساوے نے اجودھیا سے لوٹنے کے بعد دعویٰ کیا کہ آپریشن اجودھیا کو شیو سینا کے ۵۰۰ کارسیوکوں نے انجام دیا۔ جنہیں جنبل میں خصوصی تربیت ملی تھی۔

شو سینا کے اس ایم پی کا دعویٰ غلط نہیں تھا۔ مسجد کو منہدم کرنے کے لیے تربیت یافتہ تخریب کاروں کی ایک ٹیم نے مسجد کو شہید کرنے کا پورا منصوبہ پہلی دسمبر کو ہی اجودھیا میں بنالیا تھا۔ ایک مصدقہ رپورٹ کے مطابق اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے آندھرا پردیش، مہاراشٹر، مدھیہ پردیش، راجستھان اور اتر پردیش کے ۵۵۵ خوب صحت مند اور مرے گئے کو تیار کارسیوکوں کی ترتیب بندی کی گئی تھی۔ کارسیوکوں کی اس ٹیم کو "لکشن سینا" کا نام دیا گیا تھا۔ ان پانچوں صوبوں سے پانچ پانچ صوبائی امیر منتخب کیے گئے تھے۔ صوبائی امیروں نے ایسے ہی ۲۰-۲۰ کارسیوکوں کی قیادت

کے لیے ایک ایک ٹیم کماندار مقرر کیا تھا۔ اس طرح ۲۰-۲۰ کارسیوکوں کی ۲۵ جمیعتیں بنائی گئی تھیں۔ ہر جمیعت پر ایک امیر جمیعت اور ایک نگران مقرر کیا گیا تھا۔ پانچوں صوبوں کا ایک ایک ذمہ دار شخص ہر جمیعت کا مشیر بنایا گیا تھا۔ اس طرح ۵۵۵ افراد پر مشتمل اس "لکشن سینا" کے ہر فرد کو پہلی دسمبر کو باری مسجد سے تقریباً نصف کلومیٹر دور نل ٹیلے پر یہ حلف دلایا گیا تھا کہ وہ رام لالا کی قسم کھاتے ہیں کہ وہ اپنے اس منصوبہ کار از کسی پر فاش نہیں کریں گے۔

ہر جمیعت کے نگران کی موجودگی میں نل ٹیلے پر ریہرسل بھی کی گئی۔ یہ کارروائی پہلی دسمبر سے ہی شروع ہو گئی تھی۔ ان کارسیوکوں نے پانچ اور چھ دسمبر کی صبح میں بھی رسیوں کے سہارے ٹیلے پر چڑھنے اور اپنے ساتھیوں کو ٹیلے پر چڑھانے کی مشق کی تھی۔

۶ دسمبر کو ان کارسیوکوں کو تین حصوں میں منقسم کر دیا گیا تھا۔ مسجد کو منہدم کرنے کے لیے ہر حصے کو الگ الگ خدمات سونپی گئی تھیں اور اسی حساب سے ان کو ساز و سامان بھی مہیا کرایا گیا تھا۔ گنبد پر چڑھنے اور مسجد کے اندر داخل ہونے کے لیے ایسی رسیوں کا انتظام کیا گیا تھا جن کے آگے لوہے کے کیٹلے ہک لگے ہوئے تھے۔ ۶ دسمبر کی صبح دس بجے تک تینوں ٹیموں میں سے ایک ٹیم شیش اوتار مندر کے پیچھے باغ میں، دوسری ٹیم مسجد کے ٹھیک پیچھے اور تیسری ٹیم مسجد کی داہنی طرف پوس کنٹرول روم ٹاور کے پاس تعینات ہو گئی تھی۔

تینوں ٹیموں کو یہ احکامات دے گئے تھے کہ جیسے ہی مسجد کے سامنے والے چوترے کے نزدیک کھڑے پانچوں امیر جمیعت "جے شیش اوتار" کا نعرہ لگائیں ویسے ہی تینوں طرف کی جمیعتیں ایک ساتھ مسجد میں داخل ہو کر اپنا کام شروع کر دیں۔ ہر کارسیوک کو یہ ہدایت تھی کہ اگر پولس مزاحمت کرے تو اس کا جم کر مقابلہ کیا جائے۔

"لکشن سینا" اپنا "آپریشن ماسک" شروع کرتی اس سے پہلے ہی سارے حفاظتی بندھنوں کو توڑتی ہوئی چالیس پچاس کارسیوکوں کی ایک ٹولی مسجد میں داخل ہو گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک محشر بپا ہو گیا۔ "لکشن سینا" کو تو اسی وقت کا انتظار تھا، "جے شیش اوتار" کے نعرے کے ساتھ ہی گنبدوں پر گنیتی، چینی اور ہتھوڑے چلنے لگے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے پانچ گھنٹوں کے اندر ہی پوری عمارت متناقض تخریب کاروں کے ہاتھوں ملے کے ڈھیر میں تبدیل ہو گئی۔

سی بی آئی کی تفتیشی ٹیم اب یہ پتہ لگانے کی کوشش کرتی دکھائی دیتی ہے کہ اس پوری ٹیم کا اصل قائد کون تھا۔ مسجد منہدم کرنے کے الزام میں فی الحال صرف ۲۴ کارسیوکوں کو گرفتار کیا گیا ہے۔ یہ وہ کارسیوک ہیں جو مسجد کے بلے میں بُری طرح زخمی ہو گئے تھے۔

گرفتار ۲۴ زخمی کارسیوکوں میں ۱۰ اتر پردیش، ۶ مدھیہ پردیش، ۶ بہار اور ایک ایک راجستھان اور مہاراشٹر کے ہیں اور کوئی ضروری نہیں کہ یہ سب لوگ اسی تربیت یافتہ تحریبی دستے کے رکن بھی ہوں۔ گرفتار کارسیوکوں میں تین گیر واپڑے پہنے سادھو اور نصف درجن وڈیا رتھی پریشد کے فعال کارکن ہیں۔ صرف دیوندر سنگھ راوت ہی بھارتیہ جنتا پارٹی کے ضلعی صدر ہیں۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ معلوم ہونے پر کہ تقریباً ۳۰۰ زخمی کارسیوک اسپتال میں داخل کیے گئے ہیں۔ وزارت داخلہ نے چھان بین کرنے والی ٹیم کو انھیں زیرِ حراست لے کر حقیقت معلوم کرنے کے لیے روانہ کیا تا کہ یہ پتہ چلایا جاسکے کہ واقعی وہ کون لوگ تھے جنھوں نے اس انہدامی کارروائی کی منصوبہ بندی کی تھی۔ لیکن اس پروگرام کے بنانے اور کارسیوکوں کو گرفتار کرنے کا حکم دینے کے درمیان اتنی تاخیر کی گئی کہ پروگرام کاراز فاش ہوتے ہی اسپتال سے سارے زخمی کارسیوک فرار ہو گئے۔ اس پوری سرکاری مشنری نے جو ”کارہائے نمایاں“ انجام دے دیے ہیں ان کی روشنی میں اس امر کے اعتراف میں کوئی دشواری محسوس نہیں ہوتی کہ ۲۴ گرفتار کارسیوکوں سے شاید ہی سی بی آئی افسران ان ”اہم لوگوں“ کا سراغ پاسکیں جنھوں نے انہدامی کارروائی کی منصوبہ بندی کی تھی۔ البتہ بہار کے وزیر اعلیٰ نے اجودھیا سے بہار لوٹنے والے جن تقریباً پچاس کارسیوکوں کو گرفتار کیا ہے اور جن میں کچھ زخمی بھی ہیں، شاید ان سے معلومات مہیا کی جاسکیں۔

امیر، پیادے، سپاہ و وزیر: سب قاتل

وزیر اعظم نرسمہا راؤ نے بابری مسجد کے قضیہ میں شروع سے جو رخ اپنایا اور مسجد کی شہادت کے بعد بھی حالات کو جس طرح مکمل طور پر تخریب کا روں کے ہاتھوں میں سوپیہ رکھا اور پھر مسجد اسی جگہ دوبارہ بنانے کا وعدہ کرنے کے بعد جس طرح جان بوجھ کر مسئلہ کو پیچیدہ بنایا اُس سے ان کی غیر جانبداری مکمل طور پر مشکوک ہو کر رہ گئی ہے۔

اجودھیا میں ۱۶ دسمبر کو چشم دید گواہوں کے سامنے دو پہر سے ہی یہ واضح ہونے لگا تھا کہ جو کچھ وہاں ہو رہا ہے اس کے لیے وزیر اعظم نرسمہا راؤ زیادہ نہیں تو برابر کے ذمہ دار ضرور ہیں۔ بعد کی واردات نے اس حقیقت کی شہادت بھی پیش کر دی۔ وزیر اعظم آخری وقت تک یہ راگ الاپتے رہے کہ بی جے پی کے ذمہ داروں اور صوبائی وزیر اعلیٰ کلیان سنگھ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ وہاں کوئی کارروائی قانون کے خلاف نہیں ہوگی اور اس سلسلہ میں وہ سپریم کورٹ میں داخل کیے گئے صوبائی حکومت کے حلف نامے کو بطور ثبوت پیش کرتے رہے۔ بی جے پی پر اس اعتماد کے صرف دو ہی اسباب ہو سکتے ہیں۔ یا تو وزیر اعظم اتنے ہی سادہ ہیں جتنی سادگی انھوں نے اس مسئلہ میں دکھائی اور حقیقت میں ان کے ساتھ فریب ہوا یا پھر انھوں نے جان بوجھ کر سادگی کا یہ بادل اپنے اوپر اوڑھ رکھا ہے تاکہ ان کا یہ غلیظ فیصلہ جب ان کے گلے کی پھانس بننے لگے تو کم از کم ان کے پاس ایک بہانہ تو رہے کہ اڈوانی اور دوسرے ذمہ دار ہندو قائدین نے ان سے بدعہدی کی۔ اسی نکتہ سے وزیر اعظم کا کردار مشکوک ہوتا ہے۔ یہ بات سمجھی لوگ جانتے ہیں کہ ہندو فرقہ پرست تنظیموں

کے تربیت یافتہ لوگوں کے کام کرنے کے طریقوں میں شروع سے جو طریقہ رائج رہا ہے اس میں اب تک کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی ہے۔ اس خاندان کا ایک فرد کچھ کہتا ہے اور دوسرا اُسی وقت اس کی مخالفت میں دوسری بات کہتا ہے۔ وہاں یہ سب کچھ بہت سوچے سمجھے طریقے سے ہوتا ہے۔ اس لیے اڈوانی جب وزیر اعظم سے مکالمہ بازی کرتے تھے تو ورنے کا ٹیار اور مرنی منوہر جوشی آگے اُگلے تھے۔ جب کوئی کہتا تھا کہ کارسیو علامتی ہوگی تو دوسرا اعلان کرتا تھا کہ کارسیو ہتھوڑے اور ستیل سے کی جائے گی۔ اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ ایک کے بعد دوسرا حلف نامہ داخل کرتے رہے۔ ان حلف ناموں کی اصلیت کو عدالت تو کیا اُسے داخل کرنے والے وینوگوپال جیسے قابل وکیل تک بھی نہ سمجھ پائے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان سارے فریبوں کے تانے بانے اور شبہ کے ماحول کے توٹل سے صرف یہ مقصد حاصل کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی کہ کسی طرح ۱۶ دسمبر کا دن آجائے اور اس وقت تک یہ واضح نہ ہو سکے کہ حقیقت میں اس دن وہاں ہونا کیا ہے۔ صوبائی حکومت کے تمام نشریاتی ادارے ایک طرف غلط بیانات نشر کر رہے تھے تو دوسری طرف مرکزی ترسیلی ذرائع رات دن سپریم کورٹ کا وہ فیصلہ بار بار پیش کر رہے تھے کہ ۱۶ دسمبر کو کارسیو صرف اور صرف علامتی ہوگی۔

وزیر اعظم کہتے ہیں کہ ”یہ بالکل ایسا ہی ہوا ہے جیسے کہ ایک بیٹے نے اپنی ماں کی پیٹھ میں چھڑا گھونپ دیا ہو۔“ لیکن اس سادگی کا بھی کوئی جواب نہیں۔ مرکزی خفیہ ایجنسیاں کم از کم چھ دن قبل حکومت ہند کو مطلع کر چکی تھیں کہ اس مرتبہ کارسیو کی شکل وہ نہیں ہوگی جس کی یقین دہانی کرائی گئی ہے۔ ۱۶ دسمبر سے دو روز قبل اخبار نویسوں اور فوٹو گرافروں کو مسجد پر چڑھنے اور اسے توڑنے کی رہبرسل کی اطلاعات اور تصویریں بھی مل گئی تھیں۔ پھر بھی وزیر اعظم اُس یقین دہانی پر اعتماد کیے بیٹھے رہے جس کا کوئی وجود ہی نہیں تھا۔ مرکزی کارروائی کے سلسلہ میں وزیر اعظم اب یہ کہتے ہیں کہ ان کے پاس اُس وقت جو بھی نعم البدل تھا اس کا استعمال وہ اس لیے نہیں کر پا رہے تھے کہ وہ دستور کے دائرہ سے باہر تھا۔ لیکن ۱۶ دسمبر کی دوپہر جب تخریبی کارروائی شروع ہو گئی تھی تب وزیر اعظم کے دل میں شبہ کی گنجائش رہنے کا کوئی سبب ہی نہیں تھا۔ ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ لاکھوں ”عقیدت مندوں“ پر طاقت استعمال کرنے کی وہ پوزیشن میں نہیں تھے اور چونکہ اتر پردیش میں کلیساں سنگھ کی حکومت تھی اس لیے مرکزی حفاظتی دستہ کو منگانے کی ذمہ داری وزیر اعلیٰ کی تھی۔

اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے پھر بھی شام تک تو صدر راج نافذ ہو چکا تھا تب تک مسجد کافی ٹوٹ چکی تھی مگر ابھی ناپید نہیں ہوئی تھی اس لیے اس وقت تو مرکزی دستے بھیجے جاسکتے تھے۔ وزیر اعظم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ”مرکز حفاظتی دستوں کو بھیجنے کی کوشش کر رہا تھا مگر شہر کی ناکہ بندی اس قدر مضبوط تھی کہ وہاں پہنچنا بالکل ناممکن تھا۔ ویسے بھی لاکھوں لوگوں کو طاقت استعمال کر کے ہٹانے کی کوشش کی جاتی تو زبردست خون خرابہ ہوتا جس کی کوئی بھی مہذب معاشرہ اجازت نہیں دیتا۔“ یہ ایک انتہائی پوچھ دیل ہے کیونکہ وہاں موجود کوئی بھی غیر جانبدار شخص یہ بات آسانی سے کہہ سکتا ہے کہ صدر راج نافذ ہونے کے بعد بھی مرکز کی جانب سے وہاں کسی قسم کی بھی پہل نہیں ہوئی۔ اس کا کوئی مظاہرہ نہیں دیکھا گیا۔ صرف اسی دن نہیں، دوسرے دن بھی اور شب کے آخری پہر تک۔ تخریب کاروں کو ہٹانے کا کام اسی وقت شروع ہوا جب یہ یقینی ہو گیا کہ مسجد کو نیست و نابود کر دیا گیا ہے، وہاں ایک چھوٹا سا مندر بنا دیا گیا ہے، رام لاکا کی مورتی رکھ دی گئی ہے اور باضابطہ پوجا پاٹ شروع ہو گئی ہے۔ اس درمیان مرکزی حکومت کا کوئی نمائندہ وہاں ایک بھونپو لے کر یہ اپیل کرتے بھی نہیں دیکھا گیا کہ ”کارسیوک حضرات براہ کرم اپنے اپنے گھر چلے جائیں۔“

اس کے بعد وزیر اعظم نے فرمایا کہ حکومت بابرہ مسجد کو دوبارہ تعمیر کرائے گی لیکن یہ واضح نہیں کیا کہ تعمیر کا کام کیا اسی مقام پر کیا جائے گا اور کیا مورتیاں وہاں سے ہٹادی جائیں گی؟ یہی نہیں بلکہ فرقہ پرست جماعتوں پر پابندی کا اعلان بھی کیا گیا لیکن اس کے نفاذ میں اتنی تاخیر کی گئی کہ سارے اہم لوگ اپنی پناہ گاہوں میں روپوش ہو گئے۔ بابرہ مسجد کو شہید کر دینے کے بعد ملک کے سیکولر ڈھانچے کو تار تار کر دینے کا ارادہ رکھنے والے تخریب کار، جو پہلی مرتبہ ایک سماجی دباؤ میں آئے تھے، وزیر اعظم کے ان بے جان اعلانات کی وجہ سے پھر حملہ آورانہ رخ اختیار کر کے سامنے آ گئے۔

اڈوانی جن کے وعدہ پر وزیر اعظم کو اتنا بھروسہ تھا، انہوں نے اپنی گرفتاری سے قبل یہ بیان جاری کیا کہ ہم نے جو اظہارِ افسوس کیا تھا وہ محض رسمی تھا، ہم تو درحقیقت اس اہتمام مسجد کے واقعہ کو اپنا حاصل مانتے ہیں اور اس کے لیے ہمارا ضمیر غیر مطمئن نہیں ہے۔ یعنی اپنے جس خول کو اتارنے میں اڈوانی کو مہینوں لگتے، نہ سمجھا رہا وہ جی کی پالیسی کے سبب اسے اتار پھینکنے میں انہیں اور

آسانی ہو گئی۔ اب ان کے لیے نیا خول، نیا رول اور نئے مکالمے تیار تھے۔ وزیر اعظم کو ارجن سنگھ اور ان کے بعض دوسرے کانگریسی قائدین، پوری مسلم قیادت اور اخبارات کے ذمہ دار مدیران سمجھتے رہے کہ اس طرح ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے سے معاملات بہت خراب ہو جائیں گے لیکن وہ نہ جانے کس منصوبہ کی پاسداری کر رہے تھے کہ آخر وقت تک لٹ سے مس نہیں ہوئے۔ ۲ دسمبر کی صبح سیاسی معاملہ کی کمیٹی کونسل کی میٹنگ میں وزیر دفاع شرد پوار نے ہندو فرقہ پرستوں کے عزائم کے تئیں گہرے شبہات کا اظہار کیا۔ بعد میں اسی دن پوار نے سبودھ کانت سہائے سے وزیر اعظم کو سمجھانے کے لیے کہا کہ وہ ان ہندو فرقہ پرست قائدین کی بات پر یقین کر کے نہ بیٹھے رہیں لیکن یہ ساری کوششیں ناکام ثابت ہوئیں۔ وزیر اعظم کی اس پالیسی سے ان کے مرکزی انتظامیہ کے افسران بھی حیرت میں تھے۔ ۶ دسمبر صبح ۹ بجے ان افسران نے اپنے آفسوں میں جب کرسیاں سنبھالیں تو ان کی افراتفری دیکھتے ہی بنتی تھی۔ ۹ سے ساڑھے نو بجے کے درمیان ہوم سکریٹری مادھو گوڈ بولے نے صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے اتر پردیش کے سکریٹری اعلیٰ سے بات کرنے کی کوشش کی۔ جب وہ نہیں ملے تو گوڈ بولے نے اجودھیا میں تعینات ہندو تبت سرحد فورس کے ڈائریکٹر جنرل سے بات کی اور ان سے کہا کہ فوج تیار رکھی جائے اور جس قسم کی مدد کی درخواست ہو وہ فوراً فراہم کی جائے چاہے اس کے لیے اصولی طور پر احکامات نہ ملے ہوں۔ صبح ۱۱ بجے رپورٹ ملی صورت حال اعتدال پر ہے۔ ۵۰-۶۰ ہزار کارسیوک علاقے کے اندر ہیں۔ باہر اور قرب وجوار میں دو تین لاکھ لوگ جمع ہیں۔ قریب پونے بارہ بجے خیر مشہر ہوئی کہ کارسیوک مسجد کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ مقامی پولس اگل بغل ہٹ گئی ہے اور وہ کوئی بھی کارروائی کرنے کے موڈ میں نظر نہیں آتی۔ دوپہر ۱۲ بجے کے قریب ہوم سکریٹری نے یوپی کے ہوم سکریٹری سے بات کی اور اجودھیا میں فوراً مرکزی دستوں کو تعینات کرنے کا حکم دیا۔ ہوم سکریٹری (یوپی) نے جواب دیا کہ وہ اس سلسلے میں پہلے وزیر اعلیٰ سے رائے لیں گے۔ دوپہر ساڑھے بارہ بجے ہوم سکریٹری نے ڈی جی انڈیا تبت بارڈر فورس سے رابطہ قائم کیا۔ انھوں نے بے چارگی سے بتایا کہ صوبائی حکومت نے مدد کے لیے کوئی حکم یا درخواست نہیں کی ہے بالآخر دوپہر ایک بجے سے چند لمحے قبل ڈی ایم (اجودھیا) نے سی آر پی ایف کی ۳۰ کمپنیوں کا مطالبہ کیا جس کی منظوری فوری طور پر دے دی گئی لیکن جب ڈی جی نے ایک مجسٹریٹ مانگا جس کی نگرانی میں فوج کوچ کر سکے تو فوری طور پر کوئی مجسٹریٹ مہیا ہوتا نظر نہیں آیا۔ مجسٹریٹ کی تلاش بے کار ثابت ہوئی صوبائی

حکومت کی طرف سے اڑچن ڈالنے کی چالیں جاری رہیں۔ دو بجے تک دیگر مرکزی فورسز کے ساتھ جانے کے لیے کوئی مجسٹریٹ حکومت اتر پردیش نے مہیا نہیں کروایا۔ دوپہر دو بجے جب وزیر داخلہ پردہاؤ پڑا تو انہوں نے کلیان سنگھ سے رابطہ قائم کیا۔ کلیان سنگھ نے نہایت مکاری سے جواب دیا کہ وہ ضروری کارروائی کر رہے ہیں اور مزید فوج کی مدد طلب کر رہے ہیں۔ سہ پہر تقریباً ۲ بجکر ۲۰ منٹ پر جب پہلی بٹالین بڑی بڑی رکاوٹوں کو ہٹاتے ہوئے ساکیت کالج سے آگے بڑھی تب اچانک فوراً ایک تحریری حکم کے ذریعہ اسے پیچھے واپس جانے کے لیے کہہ دیا گیا اور پھر اس کے بعد کوئی فوجی دستہ آگے بڑھانہ صوبائی وزیر اعلیٰ سے وزیر اعظم یا وزیر داخلہ نے رابطہ قائم کیا اور صدر راج کے نافذ ہونے کے بعد بھی تقریباً ۴ گھنٹوں تک جودھیا میں تانڈو ناچ جاری رہا۔

اپنا کام کر کے وزیر اعلیٰ مستعفی ہو چکے تھے، وزیر داخلہ مطمئن تھے اور وزیر اعظم خاموش — پورا ملک آگ کے شعلوں میں جل رہا تھا۔

وزیر داخلہ کی معصومیت کا یہ عالم تھا کہ ۶ دسمبر کو جب مسجد شہید کی جارہی تھی تو وہ پوری دنیا سے مطمئن ہو کر اپنے پوجا گھر میں بیٹھے بھگوان کی آرتی اتار رہے تھے۔ وزارت داخلہ اور پولس کے کمی سینئر افسران وزیر داخلہ کی جانب سے احکام کا انتظار ہی کرتے رہ گئے۔ مسجد شہید کی جانے کے تقریباً ۳۸ گھنٹوں بعد ہی نیم فوجی دستوں کی ۹۰ ٹکڑیوں کو جو کہ فیض آباد اور قرب جوار میں ڈیرا جمائے بیٹھی ہوئی تھیں، جودھیا جانے کا حکم دیا گیا۔ وزیر داخلہ بھی وزیر اعظم کی طرح یہ کہتے ہیں کہ بی جے پی، وی این جی پی اور آریس ایس نے ہمارے ساتھ فریب کیا ہے۔ حالانکہ خفیہ ذرائع نے بار بار یہ رپورٹ دی کہ تخریب پسند مسجد کو گرانے کی مسلسل مشق کر رہے ہیں اور ان کی نیت ٹھیک نہیں ہے لیکن چونکہ یہی دہراتے رہے کہ کلیان سنگھ نے سپریم کورٹ کو یقین دلایا ہے کہ مسجد نہیں گرانے دیں گے۔ ان کے محکمہ کے ایک سینئر افسر نے شدید ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ”افسوسناک بات یہ ہے کہ خبروں کی جانب توجہ صرف کلیان سنگھ کو شکست دینے کے لیے مبذول کی گئی۔“ وزارت کے افسران اس بات پر حیران ہیں کہ وزیر داخلہ کو مسجد کے گرائے جانے کی خبر سے کوئی دلچسپی نہیں تھی بلکہ وہ ہر شخص سے یہ پوچھ رہے تھے کہ مسجد کی شہادت کے بعد بھڑکے فرقہ وارانہ فسادات میں ان کے صوبے مہاراشٹر میں مرنے والوں کی تعداد کیا ہے؟

مرکزی اور ریاستی مسلح حفاظتی جوانان سپاہ

Mr. P M Ramakrishnan, Additional DIG, CRPF

Your troops which have reached upto Saket Degree College, Faizabad, are unable to move further towards Ayodhya due to an over crowded and angry mob blocking the road.

A message has been received by Ayodhya control from the side of DM/SSP, Faizabad, that you should be told to go back to some safer place and be ready till further orders.
Time: 1.45 P.M.

6/12/92

(Sudhakar Adeeb)
City Magistrate, Faizabad.

یہ ہے اس تحریری حکم کا اصل متن جس نے تاریخ کا رخ موڑ کر رکھ دیا۔ اس حکم سے صاف واضح ہوتا ہے کہ قانون کے یہ محافظین بابر کی مسجد کی حفاظت کے سلسلے میں کس قدر سنجیدہ تھے۔ ساکیت ڈگری کالج بابر کی مسجد سے ۱۲۵۰ میٹر دوری پر واقع ہے سینٹرل فورسز کو واپسی کا حکم ایک بج کر ۴۵ منٹ پر دیا گیا۔ مسجد کا پہلا شمالی گنبد ۲ بج کر ۴۵ منٹ پر شہید ہوا۔ فورسز کی واپسی کے حکم کے ٹھیک ایک گھنٹہ بعد۔

اس کے بعد بھی مرکزی فورسز آگے بڑھنے میں کیا واقعی خود کو مجبور پار ہی تھیں۔ یا یہ مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے آپسی رابطہ کا فقدان تھا۔

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ۱۲ بج کر ۳۰ منٹ پر سی آر پی ایف کے اعلیٰ ذمہ داران کو یہ حکم دیتے ہیں کہ فوراً مناسب تعداد میں فورسز روانہ کر دی جائیں۔ اس کے بعد سی آر پی ایف کا ایک اعلیٰ افسر یہ معلوم

کرتا ہے کہ بھیجے جانے والی فورسز کی تعداد کیا ہو؟

اس کے جواب میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ حکم دیتے ہیں — ”۵ کمپنیاں“

اس پیغام کے بعد ہی سی آر پی ایف کا اعلیٰ افسر اپنے جوانوں کو اجودھیا کی طرف روانہ ہو جانے کا حکم دیتا ہے۔ ایک ڈپٹی ایس پی اور ایک مجسٹریٹ کی معیت میں تین سی آر پی ایف بٹالین ایک بج کر ۱۵ منٹ پر اجودھیا کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے دیکھی جاتی ہیں۔ اس کے بعد ساکیت ڈگری کالج سے آگے کارسیوکوں کے ہاتھوں سڑکوں پر کھڑی کی گئی رکاوٹوں کو دور کرنے میں جوانوں کو مشکل سے ۲۲ منٹ کا وقت لگتا ہے کہ اسی دوران ایک بج کر ۲۲ منٹ پر سٹی مجسٹریٹ نے فورسز کی واپسی کے احکامات دینے شروع کر دیے۔

سی آر پی سی سیکشن ۱۳۰ میں لوگوں کی متشدد بھڑکوت تر بتر کرنے کے لیے مسلح فورسز کے استعمال کے متعلق مذکور ہے کہ:

”اگر کوئی متشدد بھڑکوسی طرح بھی پریشان ہوتی نظر آئے اور اس بھڑکاوہاں سے ہٹانا عام لوگوں کی حفاظت کے لیے ضروری ہو جائے تو سب سے اونچے ”رینک“ کا ایکزیکیوٹو مجسٹریٹ جو وہاں موجود ہو، وہ مسلح فورسز کو کارروائی کے احکامات دے سکتا ہے۔“

ذیلی سیکشن ۳ کے مطابق

”ایسی حالت میں مسلح فورسز کے ہر افسر پر یہ لازم ہے کہ ان احکام کی تعمیل کرے۔ البتہ بس اتنی تعداد میں طاقت کا استعمال کرے کہ موجود لوگوں کو معمولی چوٹ آئے اور پر اپرٹی کا بھی زیادہ نقصان نہ ہو۔ معتقد تو بھڑکاوہاں سے ہٹانا ہے۔“

۶ دسمبر کے واقعے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سنٹرل فورسز نے احکام کی تعمیل کی اور اس کے ثبوت میں سٹی مجسٹریٹ کے واپسی والے احکامات بھی موجود ہیں۔ پتہ چلا کہ ایک خاص منصوبہ کے تحت مسلح فورسز کو ناکارہ بنا دیا گیا۔

اگر تین بٹالین مسلح جوان ۲۲ منٹ سے کم وقفہ میں تقریباً ۶ کلو میٹر کا سفر طے کر سکتے تھے تو پھر ان کو آگے بڑھنے میں کون سی چیز مانع تھی اور اگر یہ مسلح جوان واقعی آگے بڑھنے کی کوششوں میں ناکام تھے تو پھر ان جوانوں کو واپسی کا جو حکم دیا گیا تھا اس میں کیوں نہ یہ ذکر کیا گیا تھا کہ آگے بڑھنے میں

جو رکاوٹیں کھڑی کر دی گئی ہیں، فورسز ان سے نبرد آزما ہونے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔
اب اس اجمال کی ذرا تفصیل ملاحظہ کریں :

۶ دسمبر کے واقعات کے بعد ہندوستان کی رسول انتظامیہ کے ساتھ پولس اور نیم فوجی دستوں کی غیر جانبداری کا رہا سہا بھرم بھی پوری طرح ٹوٹ گیا۔

ادھر بمشکل پانچ ہزار کارسیوک باہوش و حواس قانون کی خلاف ورزی کر کے صدیوں پرانی مسجد کو توڑ رہے تھے تو ادھر مرکزی رینڈ پولس فورس، بھارت تبت سرحدی فورس، سی آر پی ایف، آر اے ایف اور این ایس جی سے آئے سینٹرل رینڈ پولس کے تقریباً پچیس ہزار جوان ہاتھ پر ہاتھ دھرے سارا منظر دیکھنے میں مشغول تھے۔ اس بد نصیب دن اگر مرکزی فورسز نے مداخلت کی ہوتی تو سرکاری اعداد و شمار کے مطابق مرنے والوں کی تعداد بمشکل پچاس تک پہنچتی۔ ۱۹۹۰ء میں ملائم سنگھ یادو حکومت نے کارسیوکوں سے پورا علاقہ زبردستی خالی کرایا تھا، تب ۲۶ لوگ مارے گئے تھے۔

مرکز اور اس کے حفاظتی دستوں نے اچانک طاقت کے استعمال سے پرہیز کیوں کیا؟ کیا یہ سیاسی ملی بھگت تھی یا کوئی اور صورت حال یا خالص نکتہ اپن تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں اول الذکر سبب کا زیادہ دخل تھا۔ مثلاً کارسیوکا شروع ہونے سے پہلے ہی کلیان سنگھ نے کہہ دیا تھا کہ وہ کارسیوکوں پر کسی حال میں بھی طاقت کے استعمال کی اجازت نہیں دیں گے۔ اور ۶ دسمبر کو انھوں نے یہ کر کے دکھا دیا۔ اس دن کارسیوکوں کے گنبد پر چڑھنے کے تقریباً گھنٹہ بھر بعد ہی فیض آباد کے ڈی ایم آر این شریو استون نے سی آر پی ایف کو پیش قدمی کا حکم دیا جو حکم بعد میں ناکام بنا دیا گیا۔ وزارت داخلہ کے ذرائع کے مطابق جب انھوں نے کلیان سنگھ کو ڈی ایم کی مرکزی فورس طلبی سے آگاہ کیا تو وزیر اعلیٰ نے کسی بھی صورت میں طاقت استعمال نہ کرنے کے احکامات کو دہرایا اور شریو استون نے سی آر پی ایف کے بڑھتے ہوئے قدم پر روک رکادی۔ وزیر داخلہ اس سلسلہ میں اپنی پوزیشن یہ کہہ کر صاف کرتے ہیں کہ صوبائی حکومت کی مرضی کے خلاف فورس استعمال کرنے کا انھیں دستوری حق حاصل نہیں تھا۔ لیکن وزیر داخلہ کا یہ بیان نہایت مضحکہ خیز نظر آتا ہے۔ آرٹیکل ۳۵۶ کے تحت صدر راج نافذ کیے جانے سے قبل آرٹیکل ۳۵۵ کے تحت مقامی انتظامیہ کی مرضی کے خلاف

مرکزی مسلح دستوں کو وہاں بھیجا جاسکتا تھا۔ این ایس جی کے سابق ڈائریکٹر جنرل ویدمارواہ کہتے ہیں کہ ”قانونی صورت حال بنائے رکھنے کے لیے طاقت کا استعمال تک نہ کرنا بذاتِ خود غیر قانونی فعل ہے۔“ سب سے بڑھ کر بات تو یہ ہے کہ احکامات کی ترسیل کے عمل میں بھی انتہائی غیر ذمہ داری اور لاپرواہی کا ثبوت دیا گیا۔ سینٹر پولس افسران اپنی ناکامی کے لیے ناموصول خفیہ اطلاعات کو قصور وار قرار دیتے ہیں۔ جبکہ خفیہ ایجنسیاں زور دے کر کہہ رہی ہیں کہ انھوں نے انتظامیہ کو حالات کی شدت سے مستقل باخبر رکھا۔ متنازعہ مقام پر ۸ دسمبر کی پہلی پہر تک ڈیرا ڈالے کارسیو کوں کو باہر نکالنے میں ”تاخیر کے لیے اس تذبذب کا بھی دخل تھا کہ دہلی سے اس کے لیے احکامات اب تک آئے ہیں یا نہیں۔“ ویدمارواہ کا اس سلسلے میں خیال ہے کہ ”اگر حفاظتی دستوں کو وہاں جا کر پوچھا ہی کرنی تھی تو انھیں وہاں بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟“

وزارتِ داخلہ کے ترجمان کا دعویٰ ہے کہ طلب کیے جانے پر ساری سہولتیں فراہم کرنے کے مکمل بندوبست کیے گئے تھے۔ مسلح جوان بے شمار آنسو گیس کے گولے، زور آور پانی پھینکنے والی توپیں جن کی دھار ایک لمحہ میں ہاتھی جیسے وزنی جانور کو دور اٹھا کر پھینک سکتی تھی اور ایسے زبردست دھماکہ والے بم جو بغیر نقصان پہنچائے بڑی سے بڑی بھیڑ کو دم بخود کر دینے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ علاوہ ازیں پچیس ہزار مسلح مرکزی جوانانِ سپاہ جو اگر سپیل بھی مار تے کرتے تو معمولی آنسو گیس کی مدد سے پہلے گنبد کو نصف انہدام سے قبل ہی بچا لیتے۔ آخر یہی جوان تو تھے جنہوں نے ۸ دسمبر کو محض ۴ منٹ میں معمولی طاقت استعمال کر کے پورے علاقہ کو کارسیو کوں سے خالی کرا لیا تھا۔

مسجد کی شہادت کے دو دن بعد ۸ دسمبر کو حفاظتی دستوں نے جب کارروائی شروع کی تو بے حد ہوشیاری سے ”کم سے کم نقصان والا آپریشن“ صبح تین بجے شروع ہوا جب آدھے ایف کی چار کمپنیوں نے فیض آباد سے کوچ کیا۔ سی آر پی ایف کی پانچ کمپنیوں نے اجودھیا میں کارسیو کوں کے پانچ خصوصی کیمپوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ صبح ۳ بج کر ۳۵ منٹ پر آدھے ایف کی چار بٹالینوں نے باہری مسجد کی جانب مار تے شروع کیا۔ ۱۰۸ ویں اور ۹۹ ویں بٹالینیں دورا ہی کنویں کی جانب سے کیمپس میں داخل ہوئیں۔ دوسری طرف صبح ۴ بج کر ۱۵ منٹ پر اینٹ پتھر سے لیس

تخریب کاروں نے تین جانب، مانس بھون، شیش اوتار مندر اور ڈالس کے علاقے سے جوابی حملہ شروع کر دیا۔ لیکن ۹۹ ویں بٹالین نے ان تینوں مقامات سے تخریب کاروں کو کھڑکڑ دیا۔ ۱۰۸ ویں بٹالین نے پہلے ہوائی فائر کیے اور انسوگیس کے گولے پھینکے اور مزاحمت کر رہے تقریباً ۳۰ تخریب کاروں پر لاٹھی چارج کر کے صبح ۴ بج کر ۵ منٹ تک پورے علاقہ کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ سی آر پی ایف کی دوسری کمپنیوں نے کارسیوک پورم، اجودھیا کے بس اڈے اور ریلوے اسٹیشن کے ارد گرد پھیل کر باقی تمام تخریب کاروں کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔

اور اس طرح ۴۲ گھنٹوں تک برپا رہنے والی تخریب کاروں کی وحشیانہ کارروائی کا ۴۲ منٹ کے اندر کام تمام ہو گیا۔

۶ دسمبر کی دوپہر نے اجودھیا میں اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا ایک بابری مسجد، ۲۸ دیگر قدیم و جدید مساجد، پچاسوں بزرگوں کے مزارات، مسلمانوں کے تقریباً چار سو مکانات اور ساڑھے چار ہزار ایسے بند گانِ خدا، جن کی دوسرے اجودھیا والوں سے واحد الگ شناخت یہ تھی کہ وہ مسلمان کہلاتے تھے۔

۸ دسمبر کی صبح آپریشن کلین اپ کے بعد ان میں سے صرف بچی تھیں :
۲۱ بدن دریدہ لاشیں، ۱۶ عصمت مآب بیٹیوں کی فضاؤں میں گردش کرتی بے بس آوازیں،
تمام جلے ہوئے مکانوں کی خاک، منہدم مقابر اور تباہ شدہ مسجدیں۔

ان تمام تفصیلات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ —

● واقعات کے آثار و قرائن اور بعد کی مصدقہ رپورٹ نے یہ حتمی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ بابرؒ کی شہادت ایک پہلے سے منصوبہ بند سازش کا نتیجہ تھی۔

● اس سازش کا منصوبہ ہندو راشٹر کی تحریک سے متعلق تمام قائدین نے مل جل کر تیار کیا تھا۔

● وزیر اعظم نرسمہا راؤ اور ان کے معاونین کے علاوہ وزیر داخلہ شنکر راؤ چوہان بھی مسجد کی انہدامی کارروائی کو روکنے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے تھے بلکہ وہ بھی درپردہ تخریب پسندوں کی حمایت کر رہے تھے۔

● اتر پردیش کی ریاستی حکومت کے وزیر اعلیٰ کلیان سنگھ منصوبہ بنانے والی اس اعلیٰ اختیاراتی ٹیم میں شامل تھے جس نے نوجوانوں کی جنگی تربیت کی تھی اور پولس انتظامیہ سے پروگرام کو کامیاب کرانے میں تعاون دینے کا معاہدہ کیا تھا۔

● پوری ریاستی انتظامیہ اور پولس کے اعلیٰ افسران نے ایک خاص منصوبہ کے تحت تخریب کاروں کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔

● یہ ایک حقیقت ہے کہ اشوک سنگھ، ششادری اور ونے کاٹیار نے تخریبی دستے کو منظم کرنے میں خصوصی طور پر دلچسپی لی تھی۔

● عدلیہ کا رول بھی بہت صاف نظر نہیں آتا۔

الغرض :

ملک کے وزیر اعظم، وزیر داخلہ، ریاستی وزیر اعلیٰ، بیوروکریسی، پولس انتظامیہ اور عدلیہ اس پوری منصوبہ بند سازش کے نمایاں ارکان نظر آتے ہیں۔